۱۳؍ دسمبر ۱۹۱۲ء

# خطبہ جمعہ

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:-

وَ الْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا۔ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا۔ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا۔ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا۔ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا۔ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا۔ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ۔ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ۔ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ۔ وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ۔ وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ۔ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ۔ لِيَوْمِ الْفَصْلِ۔ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (المرسلات: ۲ تا ۱۶)-

اور پھر فرمایا:-

اللہ تعالیٰ اس سورۃ شریف میں ایک عجیب نظارہ دکھلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ سوچو! بہار کی لطیف ہوا کیسی فرحت بخش ہوتی ہے۔ ایک نوجوان اس وقت سڑک پر چلتا ہو تو اس کی زبان سے بھی ایک فقرہ ضرور نکل جاتا ہے۔ وَ الْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا۔ وہ ہوائیں جو دل کو خوش کرنے والی ہوتی ہیں تم جانتے ہو کہ بعض وقت ہوا کا ایک لطیف جھونکا چلتا ہے کہ اس لطیف جھونکے سے دل خوش ہو جاتا ہے۔ پھر وہی ہوا آہستہ آہستہ چلتی اور روح و رواں کو خوش کرنے والی یکدم ایسی بڑھ جاتی ہے کہ ایک تیز آندھی بن

جاتی ہے۔ میں نے ایسی آندھیاں دیکھی ہیں کہ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہیں دیتا۔ بہت سے جانور دریاؤں میں گر جاتے ہیں۔ بہت سے پرند درختوں سے گر جاتے ہیں اور دریا وغیرہ کے درخت جو سرو کی قسم سے ہیں‘ اس طرح گرتے اور اڑتے ہیں کہ نیچے بیٹھے ہوئے آدمی کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔

وَالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا۔ ایسی بھی ہوائیں ہوتی ہیں کہ پانی کو اٹھاتی ہیں‘ بادل لاتی ہیں۔ پھر ایسی ہوائیں بھی ہوتی ہیں کہ وَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا وہ فرق کر دیتی ہیں۔ بادلوں کو اس طرح اڑا کر لے جاتی ہیں جیسے روئی کا گالا۔

خدا تعالیٰ کا کلام بھی انسان کے کان میں ہوا ہی کے ذریعہ سے پہنچتا ہے۔ ہوا کی لہریں بھی دماغ کے پردوں کو متحرک کر دیتی ہیں۔ وہ ہوائیں المرسلت ہوتی ہیں اور وہی آوازیں بھی کان میں پہنچاتی ہیں۔ اور وہ آوازیں کبھی خوشی کی ہوتی ہیں‘ کبھی رنج کی ہوتی ہیں جو عاصفات کا رنگ پیدا کر دیتی ہیں۔ مومن کی شان میں ایک ایسا لطیف فقرہ ہے۔ دنیا میں کوئی دکھ کو پسند نہیں کرتا۔ قرآن شریف میں ہے فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرۃ:۳۹)۔ اگر تم مومن ہو اور سکھ چاہتے ہو تو اس کتاب کی اتباع کرو۔

اب دور دراز سے خبریں آتی ہیں کہ مسلمانوں کو یوں شکست ہوئی‘ یوں تباہ ہوئے۔ ایک شخص کا میرے پاس خط آیا۔ وہ لکھتا ہے کہ مجھ کو دہریہ نام کا مسلمان ملا۔ وہ کہنے لگا خدا تعالیٰ تو اب مسلمانوں کا دشمن ہو گیا ہے۔ لہٰذا ہم اسلام سے ڈرتے ہیں کہ کہیں خدا ہمارے پیچھے بھی نہ پڑ جائے۔ اس لئے ہم تو اسلام کو چھوڑتے ہیں۔ بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ اس نے مسلمانوں جیسے کتنے کام کیے۔ مسلمان اپنے اعمال کو ٹھیک کرتے اور پھر دیکھتے۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا۔ ہواؤں میں وہ ہوائیں بھی ہیں کہ تم کو یاد دلانے کے لیے چلاتے ہیں۔ یعنی لوگوں کے منہ سے تم کو سنواتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔ ایک بڑا حصہ مسلمانوں کا ایسا ہے کہ اس کو اسلام کی خبر بھی نہیں اور اگر خبر ہے تو عامل نہیں۔

میں تم کو بہت مرتبہ قرآن سناتا ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہزاروں مرتبہ تو سن چکے ہیں‘ کہاں تک سنیں۔

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا۔ ہم تو اس واسطے تم کو قرآن سناتے ہیں کہ کوئی عذر باقی نہ رہے اور تم میں سے کوئی تو ڈرے۔

زمینداروں‘ دکانداروں کو فرصت کہاں! میں نے صرف ایک شہر ایسا دیکھا ہے کہ جمعہ کے دن

بازاروں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سب جمعہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ کوئی مسلمان بازار میں نہیں پھر سکتا اور وہ شہر مدینہ ہے۔ مکہ میں بھی ایسا نہیں۔ یہ بھی چالیس پچاس برس کی بات ہے۔ اب کی کیا خبر ہے؟ دکاندار' حرفہ والے' ملازم اپنے کاموں کی وجہ سے رہ جاتے ہیں۔ عورتیں اور بچے جاتے ہی نہیں۔ آج کل لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں کہ جمعہ کوئی ضروری چیز نہیں۔

عالمگیر نے ایک ایسی کتاب لکھوائی تھی۔ اس میں عجیب عجیب ڈھکونسلے ادھر ادھر کے بھر دیئے ہیں۔ اس کے سبب لوگوں میں سستی ہوئی اور اب تو صاف صاف جمعہ کی مخالفت میں کتابیں چھپنے لگیں۔ کوئی لکھتا ہے کہ قربانی کی ضرورت نہیں۔ ایک اخبار نے لکھا تھا کہ حج میں روپے خرچ کرنے کی بجائے کسی انجمن میں چندہ دے دے۔ ایک شخص نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے اور روزوں کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر امیر ہو تو کھانا دے دے۔ غریب کو تو ویسے بھی معاف ہی ہے۔ ایک شخص لکھتا ہے کہ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ (الجمعة:١٠) ہر قسم کا بیع چھوڑ دو۔ پس ہر قسم کی بیع ہونی چاہئے۔ جہاں ہر قسم کی بیع نہ ہو وہاں جمعہ ضروری نہیں۔ میں نے کہا کہ ہر قسم کی بیع تو لنڈن میں بھی نہیں ہوتی۔

اِذَا النُّجُوْمُ علماء یوں تباہ ہو رہے ہیں۔ قرآن کے حقائق یوں کھل جائیں گے اور بڑی بڑی سلطنتیں بھی قائم ہو جائیں گی۔

ہمارے بعض دوست کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن سمجھ لیا ہے۔ دیکھو خوشی کی خبریں غم سے یوں مبدل ہو جاتی ہیں جیسے "مرسلات" "عاصفات" سے۔ نفس کو اس کا مطالعہ کراؤ۔

شیخ ابن عربی لکھتے ہیں کہ ایک صوفی تھے۔ وہ حافظ تھے اور قرآن شریف کو دیکھ کر بڑے غور سے پڑھتے۔ ہر حرف پر انگلی رکھتے جاتے اور اتنی اونچی آواز سے پڑھتے کہ دوسرا آدمی سن سکے۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ کو تو قرآن شریف خوب آتا ہے۔ پھر آپ کیوں اس اہتمام سے پڑھتے ہیں؟ فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میری زبان' کان' آنکھ' ہاتھ سب خدا کی کتاب کی خدمت کریں۔

ایک حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی گزرے ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ بہشت میں جائیں گے تو کیا کام کریں گے؟ فرمایا ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارے پاس حوریں آئیں۔ ہم نے ان سے کہا جاؤ بیبیو! قرآن پڑھو۔ قرآن خدا کی کلام اور اس کی کتاب ہے۔

جس قدر کوئی اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھے گا اسی قدر جناب الٰہی اس کو پکارے گا تو اس کی بات فوراً سنی جائے گی۔ (بدر حصہ دوم۔ کلام امیر ۹ جنوری ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۳)